الافاضات النعمانية في احكام الصلاة والصوم ببرطانية

معروف بہ

برطانیہ میں

نماز روزہ کے مسائل کا حل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الافاضات النعمانية فی احكام الصلاۃ والصوم ببريطانية

(معروف بہ)

برطانیہ میں
نماز وروزہ کے مسائل کا حل

تصنیف

محقق عصر تاج الفقہا علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب

صدر شعبۂ افتا واستاذ فقہ ومعقولات دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی، قاضی شریعت ضلع سنت کبیر نگر (یوپی)

ناشر

مکتبہ علیمیہ، خلیل آباد سنت کبیر نگر (یوپی)

۷۸۶
۹۲

نام کتاب : الافاضات النعمانیة فی احکام الصلاۃ والصوم ببریطانیة
معروف بہ: برطانیہ میں نماز وروزہ کے مسائل کا حل
تصنیف : محقق عصر تاج الفقہا علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب
صدر شعبۂ افتا و استاذ فقہ و معقولات دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
قاضی شریعت ضلع سنت کبیر نگر (یوپی) رکن شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف
کمپوزنگ : افضل حسین بستوی، دہلی 9868594259
تصحیح : مصنف دام ظلہ العالی
سن طباعت : صفر المظفر ۱۴۴۰ھ / نومبر ۲۰۱۸ء
بموقع عرس صد سالہ سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ
اہتمام : مولوی محمد ابو قحافہ رضوی امجدی، حافظ محمد ابو قتادہ رضوی امجدی
اشاعت : مکتبہ علیمیہ، خلیل آباد، سنت کبیر نگر، یوپی
تعداد : گیارہ سو
قیمت :

ملنے کے پتے

☆ کتب خانہ امجدیہ — ۴۲۵، مٹیا محل، دہلی
☆ مکتبہ امام اعظم — مٹیا محل، دہلی
☆ رضوی کتاب گھر — مٹیا محل، دہلی
☆ المجمع النورانی — دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی
☆ مکتبہ رحمانیہ — درگاہ اعلیٰ حضرت محلہ سودگران، بریلی شریف، یوپی
☆ عرشی کتاب گھر — میر عالم منڈی، چار مینار، حیدرآباد
☆ قادری کتاب گھر — پکہ بازار، شہر بستی

۷۸۶
۹۲

انتساب

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، شہزادۂ مفسر اعظم ہند، جانشین مفتی اعظم ہند، آقائے نعمت

مرشد برحق وارث علوم **امام احمد رضا**، شیخ الاسلام والمسلمین

حضور تاج الشریعہ علامہ الشاہ مفتی **محمد اختر رضا قادری** از ہری قدس سرہٗ

ولادت ۲۴/ ذی القعدہ ۱۳۶۲ھ، وفات ۶/ ذی القعدہ ۱۴۳۹ھ

اور

شہزادۂ تاج الشریعہ مخدوم گرامی، قائد اہلسنّت

علامہ الحاج الشاہ **محمد عسجد رضا** خاں قادری دام ظلہ العالی

سجادہ نشین، آستانۂ تاج الشریعہ

ناظم: شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف،

سربراہ اعلیٰ: مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف

کے نام

گر قبول افتد ز ہے عز و شرف

خادم آستانۂ رضویہ

محمد اختر حسین قادری غفرلہٗ

برطانیہ میں نماز عشاء و فجر کے مسائل کا حل

مسئلہ از: علامہ فیضان المصطفیٰ قادری ہیوسٹن امریکہ [۱]

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل میں

(۱) جن بلاد میں شفق ابیض غروب ہونے سے پہلے صبح طلوع ہو جاتی ہے اور عشاء کا وقت نہیں آتا وہاں کے مسلمانوں پر نماز عشاء فرض ہوگی یا نہیں؟

(۲) اگر فرض ہوگی تو انہیں کس وقت ادا کیا جائے شفق احمر کے غروب کے بعد یعنی شفق ابیض کی موجودگی میں یا طلوع صبح صادق کے بعد؟

(۳) کیا ان بلاد میں مذکورہ ایام میں صاحبین کے قول پر عمل کرتے ہوئے شفق احمر کے غروب کے بعد نماز عشاء پڑھنے کا حکم دیا جا سکتا ہے؟

(۴) اگر لوگوں نے ان مخصوص ایام میں شفق احمر کے غروب کے بعد عشاء پڑھ لی تو ان کا فرض ادا ہوا یا نہیں؟

(۵) شفق ابیض کی موجودگی میں یا طلوع صبح صادق کے بعد عشاء پڑھی جائے تو بہ نیت ادا پڑھنی ہوگی یا بہ نیت قضا؟

(۶) جن خطوں میں غروب آفتاب کے ساتھ ہی صبح صادق ہو جاتی ہے یا جہاں غروب شفق احمر کے بعد ایک دو منٹ یا اس سے کم وقفہ سے صبح صادق ہو جاتی ہے وہاں نماز عشاء کی کیا صورت ہوگی؟

---

(۱) علامہ فیضان المصطفیٰ قادری امجدی، حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہٗ کے پوتے اور علامہ الحاج الشاہ فداء المصطفیٰ قادری امجدی دام ظلہ العالی کے صاحبزادہ ہیں۔ ذی صلاحیت عالم دین، بااخلاق اور باکردار ہیں۔ ایک عرصہ سے دیار غیر امریکہ میں رہ کر دین وسنیت کی خدمت انجام دے رہے ہیں، وقت کی نباضی کا ہنر رکھتے ہیں اور مسائل کو حسین انداز میں سلجھانے کا جذبۂ فراواں لئے ہوئے ہیں، شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے فقہی سمینار کے لئے انہوں نے یہ سوالنامہ تیار کیا تھا جس پر محققین کرام نے مقالات لکھے اور پھر بحث وتمحیص کے بعد فیصلہ بھی ہوا۔ فقیر نے بھی ایک مقالہ لکھا تھا، سوچا کہ اسے رسالہ کی شکل میں شائع کر دیا جائے۔ چنانچہ آج یہ رسالہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ **فللّٰہ الحمد۔**

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

نماز اسلام کا ایک رکن عظیم ہے جس کی ادائیگی ہر عاقل و بالغ بندہ مومن پر ضروری ہے، چوبیس گھنٹہ میں پنج وقتہ نمازوں کی فرضیت اور ان کی ادائیگی کی کیفیات و شرائط اور ان کے اوقات کی تفصیل پوری شرح وبسط کے ساتھ قرآن وحدیث اور کتب فقہ میں موجود ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

(ا)﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾(ا)

علامہ ابن خازن قدس سرہٗ ولادت ۶۷۸، وفات ۷۶۱)مذکورہ آیت کے تحت تحریر فرماتے ہیں

"یعنی مکتوبة موقتة فی اوقات محدودة فلا یجوز اِخراجها عن أوقاتها علی أی حال کان" (۲)

یعنی وہ متعین اوقات میں فرض ہے، لہٰذا کسی صورت میں اسے اس کے اوقات سے خارج کرنا جائز نہیں۔

ایک مکلّف انسان پر نماز کے وجوب کا سبب حقیقی یہی حکم خداوندی ہے البتہ سبب ظاہری وقت کو قرار دیا گیا ہے، لہٰذا جہاں اور جب بھی جس نماز کا وقت اور اس کی علامتیں پائی جائیں گی نماز کی ادائیگی لازم ہوگی، چنانچہ علامہ طحطاوی مصری قدس سرہٗ (ولادت ۲۲۹، وفات ۳۲۱) فرماتے ہیں۔

(ا)"وسببها الأصلی خطاب الله تعالیٰ الأزلی والأوقات اسباب ظاهرة تیسیرا فالوجوب سببه الحقیقی ایجاب الله تعالیٰ فی الأجل لأن الموجب للأحکام هو الله تعالیٰ وحده لکن لما کان ایجابه تعالی غیبا عنا لانطلع علیه جعل لنا سبحانه وتعالیٰ اسبابا

(۱)سورۃ النساء، آیت:۱۰۳

(۲)تفسیر الخازن، ج:۱، ص:۵۹۲

مجازية ظاهرا تيسيرا علينا وهى الأوقات بدليل تجدد الوقت بتجددها"(۱)

یعنی اس کا سبب اصلی اللہ تعالیٰ کا ازلی خطاب ہے اوراوقات آسانی کے پیش نظر ظاہری اسباب ہیں، لہٰذا وجوب کا سبب حقیقی اجل میں اللہ تعالیٰ کا واجب کرنا ہے،اس لئے کہ احکام کا سبب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے لیکن جب اس کا ایجاب ہم سے پوشیدہ تھا ہم اس پر مطلع نہیں ہو سکتے تھے تو اس نے ہماری آسانی کی خاطر مجازاً ظاہری اسباب بنادیا اور وہ اوقات ہیں اس دلیل سے کہ اوقات کے اندر تجدد ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے اس کائنات کا جو نظم قائم فرمایا ہے اس کے تحت کرۂ ارض کے مختلف مما لک میں لیل ونہار اور طلوع وغروب شمس میں کافی تفاوت پایا جاتا ہے، کہیں صبح ہوتی ہے تو عین اسی وقت کہیں شام اور کہیں دوپہر کا وقت ہوتا ہے اسی طرح کہیں دن ورات برابر ہوتے ہیں اور کہیں دن بڑا اور رات نہایت مختصر ہوتی ہے بلکہ کہیں حقیقی رات کا وجود ہی نہیں ہو پاتا ہے ایسے مقامات پر نمازوں کے تعلق سے کیا طریقہ اپنایا جائے کہ تمام نمازوں کو ان کے متعینہ اوقات میں ادا کیا جاسکے، یہ ایک نہایت اہم اور وسیع وعریض بحث کا میدان ہے فی الحال اس کی تفصیل میں نہ جاکر جس مقام پر نماز عشاء کے متعلق سوال کیا گیا ہے اس پر گفتگو کی جاتی ہے۔

یہ امر تو تمام فقہائے اسلام کے مابین متفق علیہ ہے کہ نماز عشاء کا وقت شفق غائب ہونے کے بعد ہی ہوتا ہے۔ حدیث کی صراحت اور مسالک اربعہ کے متون وشروح اس پر ناطق ہیں، حدیث امامت جبریل علیہ السلام میں ارشاد رسالت ہے۔

(۳)"وصلى بى العشاء حين غاب الشفق وصلى بى الفجر حين حرم الطعام والشراب على الصائم" (۲)

یعنی اور مجھے عشا کی نماز پڑھائی جس وقت شفق غائب ہوگیا اور مجھے فجر کی نماز پڑھائی

---

(۱) الطحاوی علی مراقی الفلاح،ص:۹۲/۹۳

(۲) سنن ابوداؤد، ج: ۱،ص: ۵۲

جس وقت روزہ دار پر کھانا اور پینا حرام ہوگیا۔

جملہ فقہاءِ اسلام فرماتے ہیں:

(۴)"وقت العشاء اذا غاب الشفق" (۱)

یعنی عشاء کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب شفق غائب ہو جائے۔

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

(۵)"واول وقت العشاء حین تغیب الشفق وفی التحفة بلا خلاف"(۲)

یعنی اور عشاء کا اوّل وقت اس وقت ہے جب شفق غائب ہو جائے اور تحفہ میں ہے کہ بلا اختلاف کے یہ بات ہے۔

فتاوی خانیہ میں ہے:

(۶)"وأول وقت العشاء حین تغیب الشفق لا خلاف فیه"(۳)

یعنی اور عشاء کا اوّل وقت اس وقت سے ہے جب شفق غائب ہو جائے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

البتہ شفق کے سلسلے میں فقہاء کرام کا ضرور اختلاف ہے اس کو ذکر کرنے سے قبل شفق کی تعریف درج کی جاتی ہے۔ چنانچہ مجمع بحار الانوار میں شفق کی تعریف یہ ہے۔

(۷)"الشفق یقع علی الحمرة فی المغرب بعدالغروب وعلی البیاض الباقی بعدها"(۴)

یعنی شفق اس سرخی پر بولا جاتا ہے جو سورج ڈوبنے کے بعد پچھّم میں ہوتی ہے اور اس سپیدی پر جو سرخی کے بعد باقی رہتی ہے۔

---

(۱)الهداية، ج: ۱، ص: ۶۶

(۲)الفتاویٰ التاتارخانية، ج: ۱، ص: ۴۰۳

(۳)الفتاویٰ الخانية علی هامش الهندية، ج: ۱، ص: ۷۳

(۴) مجمع بحار الانوار، ج:۳، ص:۲۳۷

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ شفق کا اطلاق غروب شمس کے بعد کی سرخی اور سفیدی دونوں پر ہوتا ہے چونکہ حدیث پاک میں صراحتاً شفق کی کوئی تعریف بیان نہیں کی گئی ہے۔اسی وجہ سے فقہاء کرام نے تعیین شفق میں اختلاف کیا ہے چنانچہ امام الأئمہ سراج الامۃ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ (ولادت ۸۰ھ، وفات ۱۵۰ھ) نے سرخی کے بعد کی سفیدی کو شفق مانا اور ائمہ ثلاثہ کے ساتھ ساتھ صاحبین نے بھی سرخی کو ہی شفق قرار دیا ہے اور اسی سرخی کے غائب ہونے پر وقت مغرب کا اختتام اور وقت عشاء کا آغاز تسلیم کیا ہے، علامہ شمس الائمہ امام سرخسی قدس سرہٗ (ولادت ۴۰۰، وفات: ۴۹۰) فرماتے ہیں۔

(۸)"والشفق البیاض الذی بعد الحمرۃ فی قول أبی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وھو قول أبی بکر و عائشۃ رضی اللہ عنہما واحدی الروایتین عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما و فی قول أبی یوسف و محمد والشافعی رحمہم اللہ تعالیٰ الحمرۃ التی قبل البیاض وھو قول عمر و علی وابن مسعود رضی اللہ عنہم واحدی الروایتین عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وھکذا روی اسد بن عمر و عن أبی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ."(۱)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق شفق وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد ہوتی ہے اور وہ ابوبکر وعائشہ رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور وہ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دو روایتوں میں سے ایک ہے۔اور امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی رحمہم اللہ کے قول کے مطابق شفق وہ سرخی ہے جو سفیدی سے پہلے ہوتی ہے اور یہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دو روایتوں میں سے ایک ہے اور اسی طرح اسد بن عمر نے امام اعظم سے روایت کی۔

علامہ عبدالرحمٰن جزری قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

---

(۱)المبسوط للسرخسی، ج: ۱، ص: ۱۴۵

(۹)"الحنفية قالوا ان الافق الغربی يعتريه بعد الغروب احوال ثلاثة متعاقبة احمرار، فبياض، فسواد فالشفق عند ابی حنيفة هو البياض وغيبته ظهور السواد بعده فمتی ظهر السواد خرج وقت المغرب، أما الصاحبان فالشفق عندهما ما ذكر اعلی الصحيفة كالأئمة الثلاثة"(۱)

یعنی حنیفہ نے کہا کہ مغربی افق پر غروب کے بعد تین احوال یکے بعد دیگرے عارض ہوتے ہیں: سرخی، سفیدی پھر سیاہی تو شفق امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ سفیدی ہے اوراس کی غیبت سیاہی کا ظہور ہے تو اس کے بعد جب سیاہی ظاہر ہوگی تو مغرب کا وقت نکل جائے گا۔ رہا صاحبین کے نزدیک تو شفق ان کے نزدیک وہ ذکر کیا گیا ائمہ ثلاثہ کے مثل یعنی سرخی کا نام ہے۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ (ولادت ۸۰ھ، وفات ۱۵۰ھ) اور متعدد اکابر صحابہ کرام کا مسلک یہ ہے کہ شفق غروب شمس کے بعد ظاہر ہونے والی سفیدی کا نام ہے اور صاحبین و دیگر ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ شفق غروب شمس کے بعد افق پر ظاہر ہونے والی سرخی کا نام ہے۔

شفق کے متعلق احادیث کریمہ سے دونوں امر کا پتہ چلتا ہے اسی بنا پر اقوال فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے مگر شمس الائمہ سرخسی (ولادت ۴۰۰ھ وفات ۴۹۰ھ) نے اس اختلاف کی ایک وجہ معقول اور بیان فرمائی ہے جو انہیں کے الفاظ میں حاضر ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

(۱۰)"ووجه هذا أن الطوالع ثلاثة والغوارب ثلاثة ثم المعتبر لدخول الوقت الوسط من الطوالع وهو الفجر الثانی فكذالک فی الغوارب المعتبر لدخول الوقت الوسط وهو الحمرة فبخروج بها يدخل وقت العشاء وهذا لأن فی اعتبار البياض معنی الحرج فانه لا يذهب الا قريبا من ثلث الليل (وقال) الخليل بن احمد

---

(۱)الفقه علی المذاهب الأربعة، ج: ۱، ص: ۱۸۴

راعیت البیاض بمکة فما ذھب الابعد نصف اللیل وقیل لا یذھب البیاض فی لیالی الصیف اصلابل یتفرق فی الأفق ثم یجتمع عند الصبح فلد فع الحرج جعلنا الشفق الحمرة.
وابوحنیفة رحمه الله تعالیٰ قال الحمرة اثر الشمس والبیاض اثر النھار فما لم یذھب کل ذلک لا یصیر الی اللیل مطلقا وصلاۃ العشاء صلاۃ اللیل فبغروبه یخرج وقت المغرب ویدخل وقت العشاء"(١)

یعنی اوراس کی وجہ یہ ہے کہ طوالع تین ہیں اور غوارب تین ہیں پھر طوالع میں متوسط وقت کے داخل ہونے کا اعتبار کیا گیا ہے اور وہ سرخی ہے پھر سرخی کے غائب ہوجانے پر عشا کا وقت داخل ہوجاتا ہے اور یہ اس لئے کہ سفیدی کا اعتبار کرنے میں دشواری کا معنی پایا جاتا ہے۔ کیوں کہ سفیدی تہائی رات کے قریب ختم ہوتی ہے اور خلیل احمد نے فرمایا میں نے مکہ میں سفیدی پر غور کیا تو آدھی رات کے بعد ہی گئی اور کہا گیا ہے کہ سفیدی گرمی کی راتوں میں ختم نہیں ہوتی بلکہ وہ افق پر پھیل جاتی ہے پھر صبح کے وقت جمع اور اکٹھا ہوجاتی ہے تو دشواری کو ختم کرنے کے لئے ہم نے شفق سرخی کو قرار دیا اور امام اعظم نے فرمایا سرخی شمس (سورج) کا اثر ہے اور سفیدی نہار (دن) کا اثر ہے تو جب تک وہ سب ختم نہیں ہوں گے رات مطلقاً نہیں ہوگی اور عشا کی نماز رات کی نماز ہے۔لہٰذا سرخی کے اس پر غالب آجانے کی وجہ سے مغرب کا وقت نکل جائے گا اور عشا کا وقت داخل ہوجائے گا۔

ماسبق کی تفصیل سے یہ بات مکمل واضح ہوگئی کہ نماز عشاء کا وقت ظاہر روایت کے مطابق شفق ابیض کے غائب ہونے کے بعد ہی ہوتا ہے۔

اب اگر دنیا کے بعض علاقوں میں شفق ابیض غائب نہیں ہوتی ہے کہ صبح صادق طلوع ہوجاتی ہے تو وہاں کے لوگوں پر عشا کی نماز واجب ہوگی کہ نہیں اور اگر وہ ادا کریں تو کس طور پر !اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو حضرات وجوب صلاۃ کے لیے وقت کو سبب مانتے ہیں ان

(١) المبسوط للسرخسی، ج: ١، ص: ١۴۵

کے نزدیک نماز عشاء واجب نہیں کہ انتفاء سبب انتفاء مسبب کو مستلزم ہے۔ اور جو حضرات وقت کو محض علامت اور پہچان گردانتے ہیں ان کے نزدیک عشاء و وتر واجب ہے۔

محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام قدس سرہٗ (ولادت ۷۹۰ھ، وفات ۸۶۱ھ) فرماتے ہیں:

(۱)"ومن لم يوجد عندهم وقت العشاء كما قيل يطلع الفجر قبل غيبوبة الشفق عندهم أفتى البقالى بعدم الوجوب عليهم لعدم السبب وهو مختار صاحب الكنز كما يسقط غسل اليدين من الوضوء عن مقطوعهما من المرفقين وأنكره الحلوانى ثم وافقه وأفتى الامام البرهانى الكبير بوجوبها۔

ولا يرتاب متأمل فى ثبوت الفرق بين عدم محل الفرض و بين سببه الجعلى الذى جعل علامة على الوجوب الخفى الثابت فى نفس الأمر وجواز تعدد المعرفات للشئى فانتفاء الوقت انتفاء المعرف وانتفاء الدليل على شئى لا يستلزم انتفاء ه لجواز دليل آخر وقد وجد وهو ما تواطأ ت اخبار الإسراء من فرض الله تعالىٰ الصلوٰة خمسا بعد ما أمروا أولا بخمسين ثم استقرا لأمر على الخمس شرعا عاما لأهل الآفاق لا تفصيل فيه بين أهل قطر و قطر ۔

وماروى ذكر الدجال رسول الله صلى الله عليه وسلم قلنا ما لبثه فى الأرض قال أر بعون يوما يوم كسنة و يوم كشهر ويوم كجمعة وسائر أيامه كأيامكم فقيل يا رسول الله فذلك اليوم الذى كسنة ايكفينا صلاة يوم قال لا اقدر وا له۔ (رواه مسلم)

فقد أوجب أكثر من ثلاث مائة عصر قبل صيرورة الظل مثلا أو مثلين وقس عليه فاستفد نا أن الواجب فى نفس الأمر خمس على العموم غير أن توزيعها على تلك الأوقات عند وجودها ولا يسقط بعدمها الوجوب وكذا قال صلى الله عليه وسلم

خمس صلوات کتبهن اللہ علی العباد ثم هل نیوی التضاء الصحیح انه لاینوی القضاء لفقد وقت الاداء ومن افتی بوجوب العشاء یجب علی قوله الوتر ایضاً."(۱)

اور وہ لوگ جن کے نزدیک عشاء کا وقت نہیں پایا گیا جیسا کہا گیا ہے کہ ان کے نزدیک شفق کے غائب ہونے سے پہلے فجر طلوع ہوجاتی ہے تو امام بقالی نے ان پر عدم وجوب کا فتویٰ دیا سبب کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اور یہی صاحب کنز کا مختار ہے جیسا کہ وضو میں دونوں ہاتھوں کا دھونا ساقط ہوجاتا ہے جب کہ دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت کٹ گئے ہوں اور امام حلوانی نے اس کا انکار کیا پھر ان کی موافقت کرلی اور امام برہانی نے اس کے وجب کا فتوی دیا ہے اور کوئی بھی غو وفکر کرنے والا تو شک نہ کرے کہ فرق ثابت ہے۔

محل فرض کے نہ ہونے اور اس کے اس سبب جعلی کے درمیان جس کو علامت بنایا گیا ہے اس وجوب خفی پر جو کہ نفس الامر میں ثابت ہے اور جس کو علامت بنایا گیا ہے اور کسی شئ کے لئے متعدد معرفات ہونا جائز ہے پس وقت کی نفی معرف کی نفی ہے۔ اور کسی شئ پر دلیل کا نہ ہونا اس شئ کے نہ ہونے کو مستلزم نہیں، اس لئے ممکن ہے کوئی دوسری دلیل ہو اور وہ پالی گئی ہو اور وہ یہ ہے کہ اسرا کی خبریں متعدد طریقوں سے آئیں جس میں اللہ رب العزت نے پانچ نمازیں فرض کیں بعد اس کے کہ انہیں پچاس نمازوں کا حکم دیا گیا تھا پھر شرعی طور پر معاملہ پانچ نمازوں پر ٹھہر گیا (یعنی کہ شرعا پانچ نمازیں قرار پائیں) تمام آفاق والوں کے لئے جس میں ایک جانب اور دوسری جانب والوں کے درمیان کوئی تفصیل نہیں رکھی گئی اور وہ جو مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا تو ہم نے کہا کہ وہ زمین میں کتنی مدت تک ٹھہرے گا تو آپ نے فرمایا کہ چالیس دن، پہلا دن ایک سال کی طرح ہوگا اور دوسرا دن ایک مہینہ کی طرح اور تیسرا دن ہفتہ کی طرح ہوگا اور اس کے بقیہ ایام تمہارے ہی ایام کی طرح ہوں گے، تو پوچھا گیا، یارسول اللہ! وہ دن جو ایک سال کی طرح ہوگا، کیا ہمارے لئے ایک ہی دن کی نماز کافی ہوگی تو حضور نے فرمایا: نہیں بلکہ اس کی مقدار پوری کرو۔ اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ تو حضور

---

(۱) فتح القدیر، ج: ۱، ص: ۲۲۵، ۲۲۶، مرکز اهلسنت برکات رضا پوربند

نے تین سو عصر سے زیادہ واجب کیا سایہ کے ایک مثل یا دو مثل ہونے سے پہلے اور اسی پر قیاس کرلو، تو ہم نے اس سے استفادہ کیا کہ نفس الامر میں عمومی طور پر پانچ ہی نمازیں واجب ہیں، علاوہ ازیں ان کی تقسیم ان اوقات پر ان کے پائے جانے پر موقوف اور ان کے عدم وجود کے وقت وجوب ساقط نہ ہوگا اور اسی طرح حضور نے فرمایا کہ پانچ نمازیں اللہ رب العزت نے بندوں پر لکھ دی ہیں پھر آیا وہ قضا کی نیت کرے گا یا نہیں تو صحیح یہ ہے کہ وہ قضا کی نیت نہیں کرے گا وقت ادا کے فوت ہونے کی وجہ سے اور جس نے وجوب عشا کا فتویٰ دیا ہے اس کے قول پر وتر بھی واجب ہوگی۔

غنیۃ المستملی میں ہے:

"اعلم أن الوقت كما هو شرط لأداء الصلاة فهو سبب لوجوبها فلا تجب بدونه ومن جملة ما بنوا على هذا مسئلة وردت فتوى فى صدر الصدور برهان الأئمة انا لا نجدوقت العشاء فى بلدتنا هل علينا صلاته فكتب ليس عليكم صلاة العشاء وبه أفتى ظهير الدين المرغينانى ووردت هذه الفتوى ايضا فى بلدة بلغارفان الفجر يطلع فيها قبل غيبوبة الشفق فى أقصر ليالى السنة على شمس الأئمة الحلوائى فأفتى بقضاء العشاء ۔

ثم وردت بخوارزم على الشيخ الكبير سيف السنة البقالى فأفتى بعدم الوجوب فبلغ جوابه الحلوانى فارسل من يسأله فى عامة بجامع خوارزم ما تقول فيمن اسقط من الصلوٰت الخمس واحدة هل يكفر فسال و أحس الشيخ فقال ما تقول فيمن قطع يداه مع المرفقين أورجلاه مع الكعبين كم فرائض وضوء ه فقال ثلاث لفوات محل الرابع قال فكذ لک الصلاة الخامسة فبلغ الحلوانى جوابه فاستحسنه ووافقه كذا ذكره نجم الدين الزاهدى فى شرح القدورى وهو الذى اختاره الشيخ حافظ

الدین النسفی‘‘ (۱)

یعنی جان لو کہ وقت جس طرح نماز کی ادائیگی کے لئے شرط ہے اسی طرح نماز کے وجوب کے لئے سبب ہے۔لہٰذا وقت کے بغیر نماز واجب نہ ہوگی اوانہیں تمام مسائل میں سے جن کی بنیاداس پر ہے یہ مسئلہ بھی ہے جوکہ صدرالصدور برہان الائمہ کے فتوی میں وارد ہے کہ ہم اپنے شہر میں عشا کا وقت نہیں پاتے ہیں تو کیا ہم پر عشا کی نماز ہے؟ توانہوں نے لکھا کہ تم پر عشا کی نماز نہیں ہے۔اوراسی پر علامہ ظہیرالدین مرغینانی نے بھی فتوی دیا ہےاور یہی فتوی شہر بلغار کے متعلق بھی وارد ہے کیوں کہ فجر وہاں سال کی سب سے چھوٹی راتوں میں شفق کے غائب ہونے سے پہلے ہی طلوع ہوکرآتی ہے۔اسی پر شمس الائمہ حلوانی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے عشا کی قضا کا فتویٰ دیا پھر خوارزم میں شیخ کبیر سیف السنہ بقالی کے پاس یہ مسئلہ آیا توانہوں نے واجب نہ ہونے کا فتویٰ دیا، ان کا یہ جواب امام حلوانی کو پہنچا تو انہوں نے ایک شخص کو بھیجا کہ وہ جامع خوارزم میں عام لوگوں کے سامنےان سے پوچھے کہ آپ کیا کہتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو پانچوں نمازوں میں سے کسی ایک کوساقط کردے کیااس کی تکفیر کی جائے گی؟ چنانچہ اس نے پوچھا اگر شیخ کبیر سمجھ گئے اور فرمایا تم کیا کہتے ہواس شخص کے بارے میں جس کے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت یادونوں پیروں کوٹخنوں سمیت کاٹ دیا گیا ہوکہ اس کے لئے وضو کے فرائض کتنے ہیں؟اس نے کہا تین، چوتھے کے محل کے فوت ہونے کی وجہ سے،اس پرآپ نے فرمایا:اسی طرح پانچ نمازیں بھی ہیں،توان کا یہ جواب شمس الائمہ حلوانی کے پاس پہنچااورانہوں نے ان کوسراہااور ان کی موافقت کی،اسی طرح اس کو شیخ نجم الدین زاہدی نے شرح قدوری میں ذکر کیا ہے، یہی ہے وہ جسے شیخ حافظ الدین نسفی نے پسند کیا ہے۔

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہٗ (ولادت ۱۱۹۸ھ ورفات ۱۲۵۲ھ) اس موضوع پرایک طویل بحث کرنے کے بعدرقمطراز ہیں۔

(۱۳)’’والحاصل انهما قولان مصححان ويتأيد القول بالوجوب بأنه قال به امام مجتهد وهو الاِمام الشافعي كما نقله في الحلية

(۱)غنیة المستملی، ص: ۲۲۸/ ۲۲۹

عن المتولی عنه"(۱)

اور حاصل یہ ہے کہ دونوں قولوں کی تصحیح کی گئی ہے اور قول وجوب کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس کا قول امام مجتہد نے کیا ہے اور وہ امام شافعی ہیں جیسا کہ اس کو حلیہ میں متولی عنہ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

(۱۴)"وفی الظهيرية الصحيح انه ينوى القضاء لفقد وقت الأداء" (۲)

اور ظہیریہ میں ہے کہ صحیح یہی ہے کہ قضا کی نیت کی جائے گی۔ کیوں کہ ادائیگی کا وقت مفقود ہے۔

علامہ شامی نے **منحة الخالق حاشية البحر الرائق** ۱/۲۴۷ باب الصلوٰۃ پر بھی اس سلسلہ میں کلام فرمایا ہے، اس تفصیل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ "عدمِ فرضیت نماز عشا مفقود ہے" کے قائلین میں درج ذیل فقہاء کرام کا نام خصوصیت سے ملتا ہے۔

(۱) شمس الائمہ عبدالعزیز بن احمد الحلوائی (متوفی ۴۴۸ھ)

(۲) ابوالقاسم بقالی (متوفی ۵۲۶ھ)

(۳) نجم الدین مختار بن احمد الزاہدی (متوفی ۶۵۸ھ)

(۴) ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی (متوفی ۷۱۰ھ)

(۵) علامہ ابراہیم حلبی (متوفی ۹۵۶ھ)

(۶) علامہ حسن شرنبلانی (متوفی ۱۰۶۹ھ)

اسی طرح فرضیت کے قائلین میں مندرجہ ذیل اصحاب فضل وکمال کا نام آتا ہے۔

(۱) صدرالشہید برہان الائمہ عمر بن عبدالعزیز (متوفی ۵۳۶ھ)

(۲) کمال الدین ابن ہمام (متوفی ۸۶۱ھ)

---

(۱) ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۲۴۴

(۲) الفتاوی التاتارخانية، ج: ۱، ص: ۴۰۴

(۳)علامہ ابن شحنہ محمد عبداللہ (متوفی ۹۲۱ھ)

(۴)علامہ احمد بن محمد طحطاوی (متوفی ۱۲۳۱ھ)

(۵)علامہ ابن عابدین شامی (متوفی ۱۲۵۲ھ)

(۶)اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی (متوفی ۱۳۴۰ھ)

(۷)صدر الشریعہ امجد علی اعظمی رضی اللہ عنہم اجمعین (متوفی ۱۳۶۷ھ)

حاصل کلام یہ ہے کہ محققین فقہاء کرام کی ایک جماعت کے نزدیک ایسے علاقوں میں رہنے والوں کے لیے بھی پانچ وقت کی نماز فرض ہے، اور یہی اصح ہے۔

(۲)اب رہا یہ امر کہ نماز عشاء کس وقت ادا کریں تو فقیر کی تتبع و تلاش کے مطابق قائلین وجوب عشاء نے اس کے لیے متفقہ طور پر کوئی وقت متعین نہیں کیا ہے کہ ایسے مقامات کے لوگ کب نماز عشاء ادا کریں تاہم عبارات فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز طلوع صبح صادق کے بعد پڑھی جائے چنانچہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہٗ (ولادت ۱۱۹۸ھ وفات ۱۲۵۲ھ) رقم طراز ہیں۔

(۱۵)”أقول لا يخفى ان القائلين بالوجوب عند نالم يجعلوا لتلك الصلوٰة وقتا خاصًا بها بحيث يكون فعلها فيه أداء وخار جها قضاء كما هو فى ايام الدجال لأن الحلوانى قال بوجوبها قضاء والبرهان الكبير قال لا ينوى القضاء لعدم وقت الأداء وبه صرح فى ”الفتح“ أيضا فأين الالِحاق دلالة مع عدم المساوات؟ فلو كان بطريق الالِحاق أو القياس لجعلوا لها وقتاً خاصًا بها تكون فيه أداء ، وانما قدروه موجودالايجاب فعلها بعد الفجر وليس معنى التقدير ماقاله الشافعية كما علمت والالزم كونها فيه اداء وقد علمت قول الزيلعى انه لم يقل به أحد أى بكونها

أداء لأنه لا يبقى وقت العشاء بعد الفجر.''(۱)

یعنی میں کہتا ہوں یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ہمارے نزدیک وجوب کا قول کرنے والوں نے اس نماز کے لئے کوئی خاص وقت نہیں قرار دیا، اس طور پر کہ اس میں اس کا کرنا ادا ہوا اور اس کے علاوہ میں کرنا قضا ہو جیسا کہ ایام دجال میں حلوانی نے اس کے وجوب کی وجہ سے قضا کا قول کیا ہے اور برہان کبیر نے فرمایا کہ قضا کی نیت نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ ادا کا وقت معدوم ہے اور ''فتح'' میں بھی اسی بات کی تصریح کی گئی ہے تو الحاق کہاں عدم مساوات کے ساتھ دلالت کے طور پر تو اگر وہ الحاق یا قیاس کے طریقے پر ہوتا تو ضرور وہ اس کے لئے کوئی خاص وقت مقرر کرتے جس میں ادائیگی ہوتی اور بلاشبہ ان لوگوں نے اسے موجود مانا ہے، اس کے کرنے کو واجب قرار دینے کے لئے فجر کے بعد اور تقدیر کا وہ معنی نہیں ہے جس کو شافعیہ نے بتایا جیسا کہ آپ نے جان لیا ورنہ اس میں اس کا ادا ہونا لازم آئے گا اور زیلعی کے قول کو آپ نے جان لیا کہ اس کے ادا ہونے کی بات کسی نے نہیں کی ہے، اس لئے کہ فجر کے لئے عشا کا وقت باقی نہیں رہتا ہے۔

(۳) ان بلاد میں مذکورہ ایام میں قول صاحبین پر عمل کرنے کے حوالہ سے عرض ہے کہ وقت عشاء کے سلسلے میں دیگر ائمہ مجتہدین کے ساتھ خود ائمہ حنفیہ میں بھی دو قول ہے جس کی تفصیل گزری مگر ان میں فتویٰ کس قول پر ہے اس کی وضاحت کے بعد تیسرے سوال کا جواب بھی معلوم ہوسکتا ہے چنانچہ کتب فقہ کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ فتویٰ دونوں کے قول پر دیا گیا ہے مگر ظاہر الروایہ قول امام ہی کا ہے اور ترجیح قول امام کو ہی حاصل ہے، علامہ شرنبلالی قدس سرہٗ (وفات ۱۰۴۹) رقمطراز ہیں۔

(۱۶)''و اول وقت المغرب منه أي غروب الشمس اِلى قبيل غروب الشفق الأحمر على المفتى به وهو رواية عن الامام وعليها الفتوىٰ وبها قالا لقول ابن عمر الشفق الحمرة وهو

(۱) ردالمحتار، ج:۲، ص:۲۱

مروی عن أکابر الصحابه‘‘(۱)

اورمغرب کا اوّل وقت سورج کے غروب ہونے سے لے کرشفق احمر کے غروب ہونے سے تھوڑا پہلے تک ہے جیسا کہ اسی پرفتویٰ ہے اور یہ امام سے مروی ہے اوراسی پرفتوی ہے اوراسی کا صاحبین نے قول کیا ہے، اس لئے کہ حضرت ابن عمر کا قول ہے ’’الشفق الحمرۃ‘‘ اور یہ اکابر صحابہ سے مروی ہے۔

اس کے حاشیہ میں علامہ طحطاوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

(۱۷)’’وقیل ھوالبیاض الذی بعد الحمرۃ (الی قولہ) وصح کل من القولین وافتی بہ ورجح فی البحر قول الامام‘‘(۲)

اور کہا گیا ہے: شفق وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد ہوتی ہے(الی قولہ) اور دونوں قولوں میں سے ہرایک صحیح ہے اوردونوں پرفتوی دیا گیا ہے اور بحر میں قول امام کوترجیح دی گئی ہے۔

علامہ ابن ہمام قدس سرہٗ (وفات ۸۶۱ھ) تحقیقی بحث کرتے ہوئے حاصل کلام یوں پیش کرتے ہیں۔

(۱۸)’’غیر أن النظر عند الترجیح افاد ترجیح انہ البیاض ھنا واقرب الأ مرانہ اذا تردد فی انہ الحمرۃ او البیاض لا ینقضی بالشک ولان الاحتیاط فی ابقاء الوقت الی البیاض لانہ لا وقت مھمل بینھما فبخروج وقت المغرب یدخل وقت العشاء اتفاقا ولاصحۃ لصلاۃ قبل الوقت فالاِحتیاط فی التاخیر‘‘(۳)

مگر یہ کہ ترجیح کے وقت غوروفکر نے اس بات کا افادہ کیا کہ یہاں سفیدی کوراجح قرار دیا جائے اور بہتر امر یہ ہے کہ جب سرخی یا سفیدی میں شک ہوجائے تو شک سے فیصلہ نہیں ہوگا اور اس لئے کہ احتیاط وقت کوسفیدی تک باقی رکھنے میں ہے، کیوں کہ ان دونوں کے درمیان کوئی

---

(۱)مراقی الفلاح شرح نور الایضاح،ص:۹۵

(۲)حوالہ سابق

(۳)فتح القدیر،ج:۱،ص:۱۹۶

بیکار وقت نہیں ہے، اسی لئے مغرب کا وقت نکل جانے پر بالاتفاق عشا کا وقت داخل ہو جاتا ہے اور وقت سے پہلے کوئی نماز صحیح نہیں ہوتی ہے، لہٰذا احتیاط تاخیر میں ہے۔

علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہٗ (وفات ۹۷۱ھ) علامہ ابن ہمام کی بحث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

(۱۹)ورجحه ايضا تلميذه قاسم فى تصحيح القدورى وقال فى آخره فثبت أن قول الامام هو الأصح اھ وبهذا ظهر انه لا يفتى ويعمل الا بقول الامام الاعظم ولا يعدل عنه الى قولهما أو قول أحدهما أو غيرهما اِلا لضرورة من ضعف دليل أو تعامل بخلافه كالمزارعة فقولهما اوسع للناس وقول ابى حنيفة أحوط"(۱)

اور اسی کو ان کے شاگرد قاسم نے تصحیح قدوری میں ترجیح دی ہے اور آخر میں فرمایا کہ قول امام ہی اصح ہے اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا اور اسی پر عمل کیا جائے گا اور اس سے صاحبین کے قول کی طرف یا ان میں سے کسی ایک کی طرف یا ان کے علاوہ کی طرف صرف بر بنائے ضرورت عدول کیا جائے گا مثلاً جب دلیل کمزور ہو یا اس کے خلاف تعامل ہو جیسے مزارعہ تو صاحبین کا قول لوگوں کو زیادہ وسعت بخشنے والا ہے اور قول امام میں زیادہ احتیاط ہے۔

ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ اگر چہ دونوں قول پر فتویٰ ہے مگر ظاہر الروایہ اور ترجیح قول امام ہی کو ہے البتہ اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بوجہ ضرورت وتعامل قول صاحبین کی طرف عدول کی گنجائش بھی موجود ہے، سیّدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے آپ فرماتے ہیں۔

"جس میں اختلاف فتویٰ ہے اس کا یہی حکم ہے کہ جس قول پر عمل کیا جاے ہو جائے گا اور چونکہ اسی (مثل ثانی میں نماز عصر پڑھنے نہ پڑھنے) میں علما دونوں طرف گئے ہیں اور دونوں

---

(۱)البحر الرائق، ج: ۱، ص: ۲۴۶

قولوں پر فتویٰ ہے لہٰذا جس پر عمل کیا جائے گا ہو جائے گا مگر جو معتقد ترجیح قول امام ہے اسے اجتناب چاہیے۔''(۱)

اس لیے اگر کسی علاقہ میں قول صاحبین پر لوگوں کا تعامل ہو گیا ہو یا کسی حرج شدید اور حاجت صحیحہ کی بنا پر قول صاحبین پر عمل کرنے میں آسانی میسر ہوتی ہو تو اس کی گنجائش ہے۔ مگر خیال رہے یہ حکم خاص کران بلاد کے لئے ہے جہاں شفق ابیض غروب ہونے سے پہلے ہی صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے دیگر مقامات پر قول صاحبین پر عمل ہرگز جائز نہیں۔

ازالۂ شبہہ۔بعض حضرات فتاویٰ درر کی ایک عبارت سے شبہ میں پڑ جاتے ہیں جس میں قول صاحبین کو مفتی بہ لکھا گیا ہے اور وہ لوگ مطلقاً اس قول کو بتلا کر اسی پر عمل کرنے کرانے کی کوشش کرتے ہیں مگر ایسا کرنا اور کہنا درست نہیں ہے کیوں کہ درر کی اس عبارت پر اعتماد جائز نہیں ہے۔سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ رقم طراز ہیں:

''مسئلہ وقت عشا میں جو قول صاحبین کو درر میں مفتی بہ بتایا، علامہ نوح آفندی، اس پر فرمایا:

(۲۰)لایجوز الاعتماد علیه لانه لایرجح قولها علی قوله الابموجب من ضعف دلیل اوضرورة اوتعامل اواختلاف زمان ولم یوجد شئی من ذٰلک فالعمل علی قوله اھ نقلهما العلامة الطحطاوی فی مبحث اوقات الصلاة." (۲)

(۴)قول صاحبین پر ان کی نماز ہو جائے گی اور اگر لوگ اسی کے عادی ہو گئے ہوں تو ان کو اصل مذہب حنفی بنرمی سمجھایا جائے اگر مان لیں تو ٹھیک ورنہ ان کو منع نہ کیا جائے اس کی نظیر دیہات میں نماز جمعہ کا مسئلہ ہے کہ مذہب سیدنا امام اعظم قدس سرہ کے مطابق دیہات میں نماز جمعہ صحیح نہیں ہے مگر عوام پڑھتے ہوں تو انہیں منع نہ کیا جائے ایک روایت کے مطابق ان کے لیے صحت کافی ہے چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی قادری قدس سرہٗ (ولادت ۱۲۷۲ھ وفات ۱۳۴۰) رقمطراز ہیں۔

''جمعہ وعیدین دیہات میں ناجائز ہے اور ان کا پڑھنا گناہ ہے مگر جاہل عوام اگر پڑھتے

---

(۱)الملفوظ، ج: ۱، ص: ۳۱

(۲)الفتاوی الرضویة، ج: ۵، ص: ۴۷۷

ہوں تو ان کو منع کرنے کی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح اللہ ورسول کا نام لے لیں غنیمت ہے **كما فى البحر الرائق والدر المختار والحديقة الندية وغيرها**" (۱)

اورآگے فرماتے ہیں:

"جب کہ مدت سے قائم ہے اسے اکھیڑا نہ جائے گا نہ لوگوں کو اس سے روکے گا مگر شہرت

(۲۱)**طلب قال الله تعالىٰ ارأيت الذى ينهى عبدا اِذا صلى. وفيه عن امير المومنين على كرم الله وجهه**"(۲)

(۵)اگر کوئی شخص قول صاحبین پر عمل کرتے ہوئے شفق ابیض کی موجودگی میں نماز عشاء پڑھتا ہو تو بہ نیت ادا پڑھے اور اگر طلوع صبح صادق کے بعد پڑھتا ہے تو اگر چہ بعض فقہا فرماتے ہیں کہ بہ نیت قضا نہیں پڑھی جائے گی جیسا کہ فتح القدیر میں ہے:

(۲۲)"**ثم هل ينوى القضاء الصحيح أنه لا ينوى القضاء لفقد وقت الأداء**"(۳)

پھر آیا وہ قضائی نیت کرے گا یا نہیں، صحیح یہ ہے کہ قضا کی نیت نہ کرے وقت ادا کے مفقود ہونے کی وجہ ہے۔

مگر قول صحیح یہی ہے کہ بہ نیت قضاء پڑھی جائے چنانچہ فتاوی تارتارخانیہ میں مرقوم ہے۔

(۲۳)"**وفى الظهيرية الصحيح انه ينوى القضاء لفقد وقت الأداء**"(۴)

یعنی اور ظہیریہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ قضا کی نیت کرے ادا کے وقت کے فوت ہونے کی وجہ ہے۔

اور بہار شریعت میں ہے:

---

(۱)الفتاوى الرضويه، ج: ۳، ص: ۹۱۷

(۲)الفتاوى الرضويه، ج:۳، ص: ۷۴۵

(۳)فتح القدير، ج: ۱، ص: ۲۲۶

(۴)الفتاوى التاتارخانية، ج: ۱، ص: ۴۰۴

’’جن شہروں میں عشاء کا وقت ہی نہ آئے کہ شفق ڈوبتے ہی یا ڈوبنے سے پہلے فجر طلوع کر آئے جیسے بلغاریہ ولندن کہ ان جگہوں میں ہر سال چالیس راتیں ایسی ہوتی ہیں کہ عشاء کا وقت آتا ہی نہیں اور بعض دنوں میں سکنڈوں اور منٹوں کے لیے ہوتا ہے تو وہاں والوں کو چاہیے کہ ان دنوں کی عشاء ووتر کی قضا پڑھیں‘‘(۱)

(۶) جن خطوں میں غروب آفتاب کے ساتھ ہی صبح صادق آجاتی ہے یا جہاں غروب شفق احمر کے بعد ایک یا دو منٹ یا اس سے کم وقفہ سے صبح صادق ہوجاتی ہے ان خطوں میں رہنے والوں پر بھی نماز عشاء فرض ہے اور بہ نیت قضاء بعد طلوع صبح صادق پڑھیں کما سبق۔ اور اگر مطلق نیت سے پڑھیں تو بھی صحیح ہے۔

(۷) جب وہ نماز بطور قضا پڑھنی ہے تو اس سلسلے میں اختیار ہونا چاہیے کہ قبل نماز فجر یا بعد نماز فجر جب چاہے پڑھے کیوں کہ قضا نمازوں کے لیے صاحب ترتیب کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لیے کوئی وقت متعین نہیں ہے فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

(۲۴)’’ليس للقضاء وقت معين بل جميع أوقات العمر وقت له الاثلاثة‘‘ (۲)

یعنی قضا کے لئے کوئی وقت متعین نہیں ہے تین وقت کے علاوہ ،اس کے لئے پوری عمر ہے۔

مگر بہتر یہ ہے کہ نماز فجر سے پہلے پڑھی جائے تا کہ چوبیس گھنٹے میں پنج وقتہ نماز ادا کرنے والوں میں یک گونہ شمولیت رہے اور اگر کوئی صاحب ترتیب ہے تو اسے بدرجہ اولی اس کا لحاظ رکھنا لازم ہوگا کہ پہلے نماز عشاء پڑھے پھر نماز فجر ادا کرے۔

ان عظیم اور اہم مسائل کے لیے ’’شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف‘‘ نے سمینار منعقد کیا اور بعد تحقیق یہ فیصلہ صادر کیا۔

(۱) باتفاق مندوبین یہ طے پایا کہ دنیا کے جن علاقوں میں نماز عشاء کا وقت نہیں ملتا وہاں

---

(۱) بهار شريعت، ج: ۳، ص: ۱۸

(۲) الفتاوىٰ العالمگيرية، ج: ۱، ص: ۱۲۱

کے مسلمانوں پر بھی نماز عشاء فرض ہے۔

(۲۔۳)اصل حکم یہ ہے کہ ان مقامات پر نماز عشاء کی قضا کی جائے مگر تصریحات فقہا میں اس کا ذکر نہیں کہ کب قضا کی جائے۔مندوبین کرام نے بحث وتمحیص کے بعد یہ طے کیا کہ جو لوگ قول صاحبین کے مطابق بعد غروب شفق احمر نماز عشاء پڑھ لیتے ہوں انہیں اصل حکم یعنی دربارۂ وقت عشا قول امام اعظم بتادیا جائے اور اگر بتانے کے باوجود نہ مانیں تو ان سے تعرض نہ کیا جائے۔

(۴)اگر لوگوں نے ان مقامات پر قول صاحبین پر عمل کرتے ہوئے نماز عشاء پڑھ لی تو ان کے ذمہ سے قول صاحبین کے مطابق فرض ساقط ہو جائے گا۔اور اس نماز کے اعادہ کا حکم نہ ہوگا۔

(۵)ان مقامات پر شفق ابیض یا طلوع صبح صادق کے بعد نماز عشاء پڑھنے کے لیے قضا یا ادا کی نیت کرنے کی ضرورت نہیں،مطلق نیت کافی ہے۔(۱)

هذا ما تيسر لی ان كان حقا فمن الرحمن

وان كان باطلا فمنی ومن الشيطن

کتبۂ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

برطانیہ میں سحر وافطار کا حکم

مسئلہ:از:محمد فیض گجراتی،یوکے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومحققین شرع مبین اس مسئلہ میں کہ برطانیہ اور یورپ کے بعض علاقوں میں سورج کے طلوع وغروب کا یہ حال ہے کہ ڈوبنے کے تھوڑی دیر بعد ہی طلوع ہو جاتا ہے،اب اگر یہ کیفیت ایام رمضان میں ہو تو روزہ اور سحر وافطار کا کیا حکم ہوگا؟ کیوں کہ بسا اوقات سحری کھانے کا بھی وقت نہیں مل پاتا ہے اور کبھی کبھی روزہ بہت طویل ہو جاتا ہے۔ان حالات میں حکم شرع سے آگاہ فرمائیں،نوازش ہوگی۔

---

(۱) فیصلہ جات شرعی کونسل بریلی شریف ص:۲۷۳

"باسمہٖ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

مذکورہ علاقوں میں سحری کب تک کھائی جائے اور روزہ کس طرح رکھا جائے۔اس سلسلے میں کتب فقہ میں صراحتاً کوئی حکم نظر نہیں آتا ہے۔فقہاءِ کرام نے فاقد وقت عشاء کے تعلق سے تو بحث فرمائی مگر روزہ کے متعلق کچھ ذکر نہ فرمایا۔ہاں خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہٗ کے ارشاد سے کچھ روشنی ملتی ہے۔آپ فرماتے ہیں۔

(۱)"لم ارمن تعرض عندنا لحكم صومهم فيما اذا كان يطلع الفجر عندهم كما تغيب الشمس اوبعده بزمان لايقدر فيه الصائم علىٰ اكل مايقيم بنيته ولايمكن ان يقال بوجوب موالاة الصوم عليهم لانه يؤدى الى الهلاک فان قلنا بوجوب الصوم يلزم القول بالتقدير وهل يقدرليلهم باقرب البلاد اليهم كماقاله الشافعى هنا ايضًا ام يقدرلهم بما يسع الاكل والشرب ام يجب عليهم القضاء فقط دون الاداىء كل محتمل فليتامل۔

ولايمكن القول هنا بعدم الوجوب اصلاً كالعشاء عند القائل به فيها لان علة عدم الوجوب فيها عند القائل به عدم السبب وفى الصوم قد وجه السبب وهو مشهود جزء من الشهر وطلوع الفجر كل يوم هذا ما ظهر والله تعالىٰ اعلم."(۱)

یعنی میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے دن کے روزے کا مسئلہ ذکر کیا ہو ہمارے نزدیک اس صورت میں جب کہ ان کے یہاں فجر طلوع ہوجاتی ہو، جیسے ہی سورج غروب ہوتا ہو یا اس کے اتنی دیر بعد زمانہ گزرتا ہے کہ جس وقفہ میں روزہ رکھنے والا اتنا کھانے پر قادر نہ ہو جس سے وہ زندہ رہ سکے اور یہ بھی کہنا ممکن نہیں ہے کہ ان پر لگاتار روزہ رکھنا واجب ہے کیوں کہ یہ ہلاکت کی طرف

---

(۱) ردالمحتار، ج: ۱ ص: ۲۴۴

مؤدی ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ دن بھر روزہ رکھنا واجب ہے اور ان کے لئے رات کا اندازہ ان کے اقرب بلاد سے کیا جائے گا جیسا کہ شافعیہ نے بھی اس کو کہا ہے یا ان کے لئے رات کا اتنا وقت مان لیا جائے، جس میں کھانے پینے کی گنجائش ہو یا ان پر صرف قضا واجب ہے ادا نہیں، تمام کے تمام محتمل ہے تو چاہئے کہ غور وفکر سے کام لیں۔

اور یہاں عدم وجوب کا قول ممکن نہیں مثلاً عشا اس کے قائل کے نزدیک کیوں کہ عشا کے عدم ہے وجوب کی علت عدم سبب ہے اور روزے میں سبب پالیا گیا اور وہ مہینے کا ایک حصہ ہے اور ہر دن طلوع فجر کا پایا جانا ہے۔ یہ ہے جو کچھ ظاہر ہوا اور اللہ زیادہ جانتا ہے۔

علامہ شامی قدس سرہٗ کے مذکورہ ارشاد سے معلوم ہوا کہ جن مقامات پر سورج ڈوبتے ہی نکل آتا ہے یا ڈوبنے کے بعد کچھ وقفہ سے نکلتا ہے مگر وہ وقفہ اتنا طویل نہیں رہتا ہے کہ جس میں آدمی آرام سے کھا پی سکے تو ان مقامات پر روزہ کے حکم میں متعدد احتمال ہے۔

(۱) ان جگہوں پر روزہ واجب ہی نہیں ہے۔

(۲) روزہ واجب ہے اور اقرب البلاد کے مطابق دن ورات کی تقدیر سے رکھا جائے گا۔

(۳) روزہ واجب ہے اور اتنی مقدار رات تسلیم کی جائے گی جتنی مقدار میں آدمی کھا پی سکے۔

(۴) روزہ کی قضاء واجب ہے اور جب ایسے ایام آجائیں جن میں معمول کے مطابق طلوع وغروب ہوتا ہے تو روزہ رکھا جائے۔

علامہ شامی نے پہلی صورت کو ساقط فرما دیا ہے اور بقیہ تین صورتوں کے لئے "فلیتامل" کہہ کر دعوت غور وفکر دی ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے حکم قضاء کو ترجیح دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

(۲) قوله ام یجب علیهم القضاء فقط اقول هو الفقه اذ اباحة الاکل للصائم بعد طلوع الفجر قصداً غیر معهود ثم فیه جمع شئی مع المنافی."(۱)

آیا ان پر صرف قضا واجب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہی فقہ اور معقول بات ہے، کیونکہ

---

(۱) جدالممتار، ج: ۱، ص: ۱۹۲

صائم کے لئے طلوع فجر کے بعد کھانا مباح ہونا مشروع و معہود نہیں ہے پھر اس میں ایک شئی کا اس کے منافی کے ساتھ جمع ہونا ہے۔

یہ تفصیل تو ان مقامات کی ہے جہاں اِدھر سورج ڈوبا اور اُدھر نکل گیا مگر برطانیہ میں سورج کے ڈوبنے اور نکلنے میں اتنی مہلت رہتی ہے کہ آدمی کھا پی سکے، اس لئے وہاں روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ رہی یہ بات کہ دن کافی طویل ہوگا اور روزہ رکھنا دشوار ہوگا تو اس کا حل اسلام میں یہ ہے کہ یا تو دیگر ایام میں روزہ رکھا جائے یا ہر روزہ کا فدیہ ادا کر دیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

(۳) فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْعَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرُ۔(۱)

تو تم میں جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھے۔

اور ارشاد ہو رہا ہے:

(۴) وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنَ (۲)

اور جنہیں اس کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا۔

لیکن برطانیہ کے علاقوں میں کچھ ایام میں شفق ابیض غروب نہیں ہو پاتی کہ صبح صادق ہو جاتی ہے تو اب وہاں کے لوگ سحری کب تک کھا پی سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں قرآنی فیصلہ موجود ہے۔

(۵) كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۔(۳)

کھاؤ اور پیئو، یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے تمہارے لئے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے پَو پھٹ کر۔

اس آیت کریمہ سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ طلوع صبح صادق سے قبل ہی سحری کا اختتام کر کے کھانا پینا بند کر دینا لازم ہے۔ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مشہور حنفی مفسر علامہ ابوبکر

---

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۱۸۴

(۲) سورۃ البقرہ، آیت: ۱۸۴

(۳) سورۃ البقرہ، آیت: ۱۸۷

جصاص رازی قدس سرۂ فرماتے ہیں:

(۶)"فاباح الاکل الیٰ التبین والتبین انما هو حصول العلم الحقیقی ومعلوم ان ذٰلک انماامروا به حال تمکنهم فیها الوصول الی العلم الحقیقی بِطلوعه واما اذا کانت لیلة مقمرة اولیلة غیم اوفی موضع لایشاهد مطلع الفجر فانه مامور بالاحتیاط للصوم اذلاسبیل له الی العلم بحال الطلوع فالواجب علیه الامساک استبراء لدینه لما حدثنا شعبة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم دع مایریبک فان الصدق طمانینة والکذب ربیة."(۱)

تو کھانے کی اجازت دی یہاں تک کہ فجر واضح ہو جائے اور تبیین تو وہ علم حقیقی کا حصول ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ ان کو جو اس کا حکم دیا گیا ہے وہ اس حالت میں ہے کہ طلوع فجر کے علم حقیقی تک پہنچنا، ان کے لئے ممکن ہو، اور جب رات روشن ہو یا رات تاریک ہو یا آدمی ایسی جگہ میں ہو کہ وہ طلوع کا مشاہدہ نہ کر سکے تو اس کو احتیاطاً روزے کا حکم دیا گیا ہے، کیوں کہ اس کے لئے طلوع کے حالت کے یقین کی کوئی راہ نہیں تو اس پر امساک واجب ہے تا کہ وہ بری الذمہ ہو جائے اس حدیث کی وجہ سے جس کو ہم نے حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس چیز کو چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈال دے ایسی چیز سے تو تمہیں شک میں نہ ڈالے کیوں کہ صدق میں طمانیت اور کذب میں بے اطمینانی ہے۔

اور علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

(۷)"ان الخیط الابیض هو الصباح وان السحور لایکون الاقبل الفجروهذا اجماع لم یخالف فیه الاالاعمش ولم یمل احد علی قوله۔" (۲)

---

(۱) احکام القرآن للجصاص، ج: ۱، ص: ۲۸۷

(۲) المغنی لابن قدامة الحنبلی، ج: ۳، ص: ۸۶

خیط ابیض (سفید دھاگہ) وہ صبح ہے اور سحر طلوع فجر سے پہلے ہے اور یہ اجماع ہے سوائے حضرت اعمش رضی اللہ عنہ کے کسی نے مخالفت نہیں کی وہ الگ ہو گئے اور ان کے قول کی طرف کوئی مائل نہیں ہوا۔

ان ارشادات کے پیش نظر راقم کی فہم ناقص کے مطابق حکم یہ ہے کہ جن ایام میں شفق ابیض اور صبح صادق مختلط وغیر متمیز ہو تو احتیاطاً شفق ابیض کے اندر ہی جلد کھا پی کر فارغ ہو جائے اور جن ایام میں شفق احمر کے غروب ہوتے ہی صبح صادق ہو جاتی ہو تو شفق احمر میں طعام وشراب سے فارغ ہو جائے۔ اور جن ایام میں شفق احمر بھی غائب نہیں ہو پاتی کہ صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے۔ وہاں روزہ قضاء کیا جائے۔

ھٰذا ما ظھرلی الان ان کان حقا فمن الرحمن المستعان وان کان باطلاً فمنی ومن الشیطان.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

ISBN 93-89807-78-6

425/7, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6
Ph.: 011-23243187, 23243188
e-mail:kkamjadia@yahoo.co.uk

www.kutubkhanaamjadia.com • info@kutubkhanaamjadia.com